حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ

رات کی پراسرار خاموشیوں میں شہر منہیہ کی فضاؤں میں قوالوں کی پرسوز و پرکیف آواز نے جادو جگا رکھا تھا۔ حاضرین محفل عالم سرمستی میں رقص کرنے لگے۔ اس محفل میں حضرت ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ جنہیں بابا ابوالخیر بھی کہتے تھے کے فرزند ارجمند حضرت ابوسعید بھی موجود تھے جو ابھی بچے تھے۔ آپ کے لئے یہ رنگ باعث کشش و جاذبیت تھا۔ بوقت صبح جب محفل اختتام پذیر ہوئی تو سب لوگ بارگاہ صمدیت میں سربسجود ہو گئے۔ انوار ربانی کا نزول ہونے لگا۔ صبحدم جب والد گرامی کے ہمراہ گھر لوٹے تو راستے میں آپ نے والد محترم سے ان اشعار کا مطلب دریافت کیا جو قوالوں کے بار بار تکرار پر آپ کو یاد ہو گئے تھے۔

"جان پدر یہ باتیں ابھی تمہاری سمجھ و فہم سے بالا ہیں"

باپ نے جواب دیا تو آپ خاموش ہو گئے۔

حضرت بابا ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ سلطان محمود غزنوی کے بڑے دوست تھے۔ انہوں نے اپنے دوست کے لئے ایک محل تعمیر کرا رکھا تھا جو آجکل سرائے شیخ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دن حضرت شیخ ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ والد کے ساتھ

محل میں تشریف لے گئے تو ایک جگہ سلطان محمود اس کے لشکریوں اور خدام کے نام کندہ دیکھے، والد کی خدمت میں عرض کیا کہ محل میں ایک الگ تھلگ مکان ان کے لئے بھی بنوا دیں۔ بیٹے کی خواہش کے احترام میں جب مکان بن گیا تو باپ سے کہا کہ اس کی ہر دیوار اور چھت پر اللہ تبارک تعالیٰ کے اسماء پاک لکھوا دیں۔ باپ نے حیران کن نظروں سے بیٹے کی طرف دیکھا اور اس کا مطلب پوچھا تو عرض کیا۔

" ہر شخص اپنے گھر کی دیوار پر اپنے امیر کا نام لکھواتا ہے "

باپ کو بیٹے کی بات بے حد پسند آئی، حکم دیا کہ محل کی دیواروں پر جو کچھ لکھا ہے مٹا دیا جائے لیکن اس واقعہ کے بعد باپ کو یقین ہو گیا کہ ابوسعید مقربین بارگاہ الٰہی میں سے ہوگا چنانچہ بیٹے کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام کر دیا گیا کیونکہ علم کے بغیر درویشی میں خدشات موجود رہتے ہیں۔

ایک دن آپ نماز جمعہ کے لئے والد کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں حضرت ابوالقاسم بشریٰسین رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی جو بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ جب آپ کو بتایا کہ ابوسعید بابا ابوالخیر کا بیٹا ہے تو فرمایا۔

" میں ایسی حالت میں دنیا سے کیسے رخصت ہو سکتا تھا کہ مقام ولایت خالی رہ جاتا۔ تیرے بچے کو ولایت میں سے کافی حصہ ملے گا۔ اسے نماز کے بعد میرے پاس لانا۔"

نماز سے فراغت کے بعد حضرت ابوالخیر حضرت ابوالقاسم بشریٰسین رحمتہ اللہ علیہ کے دولت خانے پر تشریف لے گئے، حجرے میں ایک بلند طاقچہ تھا۔ حضرت ابوالخیر سے فرمایا کہ بیٹے کو کندھوں پر اٹھا کر اونچا کرو تاکہ وہاں رکھی ہوئی جو کی روٹی کی ایک ٹکیہ کو اتارے۔ حضرت ابوسعید نے جب اس ٹکیہ کو پکڑا تو وہ گرم تھی فرمایا۔

" ابوالخیر اس ٹکیہ کو طاقچے میں رکھے تیس سال ہو گئے ہیں مجھ سے یہ وعدہ کیا گیا

تھا کہ یہ ٹکیہ جس کے ہاتھ میں پہنچ کر گرم ہو جائے گی اس کی برکت سے ایک جہاں زندہ ہو جائے گا اور وہ اپنے وقت کا بہت بڑا ولی کامل ہو گا۔"

یہ کہہ کر آپ نے ٹکیہ کے دو حصے کیے ایک حضرت ابوسعید کو کھانے کو دیا اور دوسرا خود کھا لیا۔ اس کے بعد چند کلمات پڑھنے کی تلقین فرمائی جس کے ورد سے ان گنت فوائد حاصل ہوئے اور نصیحت بھی کی کہ لین دین سے طمع کو نکال دو کیونکہ دولت اخلاص طمع و لالچ کی موجودگی میں ہاتھ نہیں آتی اس لئے کہ عمل طمع کے ساتھ مزدوری اور اخلاص کے ساتھ بندگی کہلاتا ہے۔

یگانہ روزگار علماء و مفسرین و محدثین و فقہا سے علوم دینیہ حاصل کیا۔ حصول علم قرآن کے بعد آپ مرو تشریف لے گئے جہاں حدیث و فقہ کی تعلیم حضرت امام ابوعبداللہ الحضری اور حضرت امام ابوبکر قفال مروزی رحمہم اللہ سے حاصل کی۔ سرخس میں زانوئے ادب حضرت امام ابوعلی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے طے کیا۔ آپ صبح کے وقت تفسیر قرآن بعد از ظہر علم اصول اور بوقت عصر اخبار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حاصل کرتے تھے۔ قیام سرخس کے دوران حضرت ابوسعید ابوالخیر کی ملاقات شیخ طریقت حضرت پیر ابوالفضل سرخسی رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اس کے ہم آہنگ حصول علم بھی کرتے رہے۔ ایک دن مرشد آپ کو خانقاہ میں لے گئے اور فرمایا۔

"اباسعید جتنے انبیاء و مرسلین علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے ہیں سب نے ایک ہی لفظ "اللہ" کو مقصود ٹھہرایا ہے۔ تم بھی اس کے ہو جاؤ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہو گئے وہ پاک ہو گئے۔"

یہ سننے کی دیر تھی کہ آپ کو یوں محسوس ہوا جیسے سینہ شق ہو گیا ہو اور آپ کی ذات کو آپ سے چھین لیا گیا ہو۔ مست ہو گئے، پس و پیش کا ہوش نہ رہا۔ ایک مدت تک مرشد کی خدمت میں گفتار حق کے ساتھ کلمہ کا حق ادا کرتے رہے۔ ایک روز مرشد نے فرمایا۔

" اے اباسعید اس پاک کلمہ کے حروف کے دروازے تم پر کھول دیئے گئے ہیں۔ اب صرف اللہ کے لشکر تیرے سینے پر اتریں گے اور عجیب و غریب مشاہدات و مکاشفات ہوں گے۔ اس لئے خلوت اختیار کرو تاکہ تکمیل ہو سکے"

آپ کو تصنیف و تالیف کا ابتداء سے ہی شوق تھا۔ جب آپ پر یہ مقام آیا تو علم و فنون کو ایک طرف رکھنا پڑا آپ نے تمام قلمی مسودات کو زمین میں دفن کر دیا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

" وصول الی اللہ کے بعد تم میں مشغول رہنا امر محال ہے"

چنانچہ آپ مرشد کے فرمان کے مطابق منہنہ تشریف لے گئے اور گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے لگے۔ جب کبھی اونگھ غالب آنے لگتی تو محراب میں سے ایک شخص آتشیں ہتھیار لئے نمودار ہوتا اور نہایت ہیبت ناک آواز میں کہتا -

"ابوسعید اللہ اللہ کہو۔"

اکثر آپ کی نشست رباط کہن میں ہوتی تھی جو شہر کے کنارے پر ایک سرائے تھی۔ لیکن ہر رات کو آپ باہر نکل جایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کے والد کے دل میں آیا کہ پتہ چلاؤں کہ ابوسعید رات کو کہاں جاتا ہے۔ تعاقب میں چل پڑے۔ دیکھا تو اس نے خود کو ایک کنوئیں میں الٹا لٹکایا ہوا تھا اور قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ صبح ہونے سے پہلے بیٹے نے قرآن پاک ختم کر لیا اور واپس آگیا۔ الغرض آپ نے مجاہدہ و ریاضت میں دن رات ایک کر چھوڑا اور وہ مقام پالیا جو بے حد خوش نصیبوں کو میسر آتا ہے۔

جب آپ کے مرشد بیعت حضرت ابوالفضل سرخسی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ۴۰۴ ہجری میں ہوا تو آپ نے شیخ طریقت حضرت شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے حضرت

ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کو خرقہ عطاء فرمایا۔ ۴۱۲ ہجری میں پیر خرقہ کے وصال کے بعد حضرت ابوعباس قصاب رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ فیض جاری ہو گیا۔ اس وقت وہی بقیہ اسلف تھے آپ نے حضرت ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ کو "نازنین عالم" کا خطاب عطا فرمایا۔

چالیس سال کے مجاہدہ و ریاضت کے بعد یہ مقام نصیب ہوا کہ گم کردہ راہ مستقیم کے لئے آپ منارۂ نور تھے۔ آپ نے رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کے وعظ میں اس قدر تاثیر ہوتی تھی کہ سامعین وجد و نشاط سے جھوم جاتے تھے۔

حضرت ابوسعیدابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ ہر وہ کام جس کے متعلق پڑھا یا سنا تھا محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یا اس کا حکم فرمایا تھا تو اس پر عمل کرتے تھے۔ آپ نے سنا تھا کہ غزوہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر زخم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے نماز انگلیوں کے بل پر کھڑے ہو کر ادا فرمائی تھی لہٰذا اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت نازنین عالم رحمتہ اللہ علیہ نے چار سو رکعت نفل نماز پاؤں کی انگلیوں کے بل پر کھڑے ہو کر پڑھی۔ ایک مرتبہ آپ خانقاہ میں تشریف فرما تھے مریدین خاموش و مؤدب بیٹھے تھے' فرمایا جس شخص نے مجھے ابتدائے حال میں دیکھا ہے وہ صدیق ٹھہرا اور جس نے آخر میں دیکھا وہ زندیق ہے۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ دوران گفتگو پند و نصائح اور حکایات بھی بیان فرمایا کرتے تھے جو سامعین کے سینوں پر اتر جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ وضو فرما رہے تھے کہ اپنے خادم حسن کو آواز دی اور فرمایا کہ میرے سر سے کپڑے ہٹا لو اور درویشوں کے لئے کوئی میٹھی چیز تیار کرو حسن نے عرض کیا۔

"حضور آپ فارغ ہو لیں تو حکم بجالاتا ہوں۔"

آپ نے فرمایا

"نیکی کی تکمیل تک شیطان حملہ کرتا رہتا ہے، یاد رکھو نیکی کا جب بھی خیال آئے اس میں جلدی کرنا چاہیے اور پھر زندگی پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔"

حضرت شیخ کی یہ عادت مبارک تھی کہ جب آپ کے کسی مرید کی شادی ہوتی تو اس کی بیوی کو تین چیزوں کی تلقین فرماتے۔

"تمہارا خاوند جو چیز کھانے کے لئے لائے اس کی حفاظت کرنا۔ کچھ بچ جائے تو خاوند کی مرضی کے بغیر خرچ نہ کرنا جس طرح عورتیں سوت کی چند تاریں علیحدہ رکھ کر اس کے عوض کچھ نہ کچھ خریدتی رہتی ہیں۔ گھر میں جالا کبھی نہ لگنے دینا کیونکہ اس میں شیطان ڈیرہ لگاتا ہے اور ہمارے مرید شیطان سے دور رہتے ہیں۔ جو کچھ پکانا ہو پہلے دھولیا کرو خواہ گوشت ہو یا سبزی یا دال"۔

ایک روز بازار میں سے گزر رہے تھے کہ ایک مغنّیہ دکھائی دی جو شراب میں مست تھی اور چہرہ پر غازہ مل رکھا تھا۔ وہ حضرت صاحب کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ لوگوں نے اسے جھڑکا کہ شرم کرو اور دفع ہو جاؤ۔ آپ نے فرمایا۔

"اسے چھوڑ دو"

وہ نزدیک آئی تو آپ نے شعر پڑھا جس کا مطلب تھا۔

"تم بن سنور کر مست خرام بازار میں آرہے ہو اور دوست تمہیں علم نہیں کہ گرفتار آرہے ہو۔"

یہ شعر سن کر عورت وجد میں آگئی اور بلک بلک کر رونے لگی نزدیک ہی مسجد میں چلی گئی۔ قیمتی لباس اور زیورات اتار کر سادہ لباس پہنا اور عرض کی کہ اب میں نے توبہ کر لی ہے میرے لئے دعا فرمائیں آپ کی دعا برکت سے وہ زمانے کی نیک عورتوں میں شامل ہو گئی۔

بزرگان دین کے اقوال و ملفوظات ان کے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہوتے

ہیں۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی پلے باندھ لے اور اس پر عمل کرنا شروع کر دے تو اس کی زندگی میں بہاریں رقص کرنے لگیں اور عاقبت بھی سنور جائے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کے اقوال و ملفوظات میں حکایت کا رنگ بھی ہے اور حقائق کا رس بھی۔ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے وزیر سے دریافت کیا کہ انسان کب شریف ہوتا ہے؟ وزیر نے جواب دیا جب اس میں سات عادات جمع ہو جاتی ہیں۔ پوچھا کون سی تو اس نے کہا۔

اوّل ہمت آزادگان، دوم کنواریوں سا شرم، سوم غرباء سے تواضع، چہارم عشاق کی سی سخاوت، پنجم بادشاہوں کی سی سیاست، ششم بوڑھوں جیسا علم و تجربہ اور ہفتم عقل جو دل و دماغ کی رہنما ہو۔

فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کا گھوڑا مار دیا اس نے کہا آپ مجھ سے گھوڑے کا ہرجانہ اور تاوان لے لیں۔ اس نے کہا مجھے صرف اپنا گھوڑا ہی لینا ہے چنانچہ لڑائی جھگڑا شروع ہوا۔ یہ جھگڑا دونوں کے قبیلوں میں لڑائی کی شکل اختیار کر گیا، کئی آدمی قتل ہو گئے، عورتیں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہو گئے، گھر ویران ہو گئے، یہ سارا معاملہ ایک شخص کی ضد سے ہوا۔

فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کشتی میں جا رہے تھے۔ زاد راہ ختم ہو گیا، ایک خشک روٹی رہ گئی تھی، منہ میں ڈالی تو چبائی نہ گئی۔ توڑ کر دریا میں پھینک دی۔ ایک موج آئی بہا کر لے گئی۔ موجوں نے اس سے پوچھا۔

" تم کیا ہو۔ "

اس نے جواب دیا کہ میں خشک روٹی ہوں۔ اگر تر نوالہ ہوتی تو مجھے اس طرح نہ پھینکتا۔

ایک دن آپ صوفیاء کو ہمراہ لے کر پن چکی پر گئے اور فرمایا۔

" سنو چکی کیا کہہ رہی ہے"

سب متوجہ ہو گئے تو بولے کہتی ہے کہ تصوف تو یہ ہے جو میں رکھتی ہوں۔ سخت

پستی ہوں۔نرم کردیتی ہوں۔ اپنے ہی گرداگرد طواف کرتی ہوں۔اپنا سفر اپنے طور ہی کرتی ہوں۔ جو میرے لئے نامناسب ہے اسے دور کرتی ہوں۔ حاضرین نے سنا تو ان پر رفت طاری ہو گئی۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کے دور مسعود میں بڑے بڑے جلیل القدر بزرگان دین، صوفیاء، علماء اور فلاسفر موجود تھے جن میں حضرت ابوالحسن خرقانی، حضرت امام ابوالقاسم قشیری، حضرت امام غزالی اور بوعلی رحمتہ اللہ علیہم جیسے لوگ موجود تھے جو علم و عرفان کے چراغ روشن کئے ہوئے تھے۔ آپ کا متذکرہ بزرگوں کی نگاہ میں بڑا مرتبہ و مقام تھا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ کے بارے میں بڑی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی۔ جب آپ سلوک کی منازل طے فرما رہے تھے تو جو مسودات آپ نے تحریر فرمائے تھے انہیں وصول الی اللہ کی خاطر زمین میں دفن کر دیا تھا اور وہاں ایک شاخ لگا دی تھی جو وقت کے ہم آہنگ تناور درخت بن گئی تھی۔ لوگ اس درخت کو بڑا بابرکت تصور کرتے اور بچوں کی ولادت اور تجہیز و تکفین کے وقت وہاں سے شاخ توڑ کر لے جاتے تھے۔

آپ کی ولادت ۳۵۷ ہجری میں منہہ میں ہوئی جو حوابیورو اور سرخس کے درمیان خاور آن کے دیہاتوں میں سے ایک تھا۔ آپ کے والد ماجد کا پیشہ عطاری تھا۔ آپ اپنے وقت کے بڑے ولی اللہ، محدث، عالم، مفسر، فقیہ اور ادبیات وعظ میں شہرہ آفاق تھے۔

جب آپ کی عمر مبارک ایک ہزار ماہ ہو گئی تو فرمایا یہ گنتی اوپر نہیں جائے گی۔ جب زندگی آپ کو وصال کے دروازے پر لے آئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ آکر زیارت کریں گے اور مجھے درمیان سے اٹھا کر لے جائیں گے۔ اس وقت تم کہنا گریاشیم یا بناشیم یعنی ہمارے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

یہ ۴ شعبان المعظم ۴۴۰ ہجری اور جمعرات کا دن تھا۔ آپ آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے کہ آپ کے بیٹے حضرت ابوطاہر رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ خواجہ علیک آپ کے مطلوبہ کپڑے لے آیا ہے تو آنکھیں کھولیں۔ الحمدللہ کہا اور پھر روح پرواز کر گئی۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ چند روزہ حیات مستعار میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے جس قدر سعی بلیغ کی جائے کم ہے اور معرفت الہیہ کے حصول کے لئے جہاں بھی جانا پڑے جانا چاہیے۔